حقوق النساء

طلاق و حلالہ

ڈاکٹر قمر زمان

طلاق

طلاق کے حوالے سے جتنی زیادتی مسلمانوں میں عورت پر ہوتی ہے کسی مذہب میں نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کی شریعت میں اگر مرد تین دفعہ زبانی طلاق کہہ دے تو طلاق ہوجاتی ہے اور جب خیال آتا ہے کہ غلطی ہوگئی تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے پھر اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرے اور وہ مرد بھی طلاق دے تو پھر پہلا شوہر اس سے شادی کرسکتا ہے۔

ظلم کی انتہا ہے کہ غلطی مرد کرے سزا عورت کو ملے۔ شرم کا مقام ہے۔ یہ الٰہی شریعت ہو ہی نہیں سکتی۔ غور کیجئے اس عورت کی حالت پر جو ایک غیر مرد کے ساتھ رات گزار کر واپس گھر آتی ہے تو اس کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ وہ کس طرح اپنے جوان بچوں کے سامنے جاتی ہوگی اور بچو ں کو بھی معلوم ہوگا کہ اماں رات ایک غیر مرد کے ساتھ گزار کر آئیں ہیں۔

اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اس بیہودگی کو قرآن سے ثابت کیا جاتا ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن کی ان آیات کو جو طلاق کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر 224 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لا یمانکم ان تبروا وتتقوا و تصلحوا بین الناس واللہ سمیع علیم o لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم اللہ غفور حلیم

"اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آڑ یا بہانہ نہ بناؤ کہ تم نیکی، تقویٰ اور انسانوں کی بھلائی کے کاموں سے باز رہو۔ اللہ سننے والا باعلم ہے۔ اللہ تمہارا مواخذہ لغو قسموں پر نہیں کرتا بلکہ جو کام تم دل کی آمادگی سے کرتے ہو اس کا مواخذہ کرتا ہے کیونکہ اللہ معاف کرنے والا اور بردبار ہے۔"

دیکھا آپ نے۔۔۔۔۔۔اللہ کسی ایسی بات کی اجازت ہی نہیں دیتا جس سے آپ معاشرہ میں نیکی و بھلائی کے کاموں یا معاشرہ کی اصلاح سے رک جائیں۔ اور فرمایا کہ اگر بلا ارادہ ایسا ہو بھی جائے یعنی اگر انسان کچھ منہ سے غلط بات کہہ بھی دے تو اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔

ان ابتدائی آیات میں ہی ایسی قسم کو بے ہودہ اور بے معنی قرار دیا ہے۔ اگر کوئی انسان غصہ میں یا بلا ارادہ کوئی بات کہہ بیٹھے خواہ زبانی ہو یا لکھ کر تو ایسی بات کا کوئی مواخذہ نہیں۔

دوسرا اہم نکتہ یہاں واضح ہوجانا چاہیے کہ جب اللہ اپنے متعلق سمیع ، علیم یا خبیر جیسی صفات بیان کرتا ہے تو کسی غیر مرئی صفت سے متعلق بات نہیں کرتا جس کا پرتو ہمیں نظر ہی نہ آئے۔ یعنی ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے واقعی سن لیا اور علم کی بنیاد پر سن لیا ہے۔ ہم کو نظر آنا چاہیے کہ واقعی اللہ کو ہر بات معلوم ہے اور وہ باخبر ہے۔ اسی طرح جب اللہ اپنے آپ کو غفور اور حلیم کہتا ہے تو ہمیں اس کی مغفرت نظر آنی چاہیے یہ تو کوئی مغفرت نہ ہوئی کہ کہنے کو تو وہ غفور و حلیم ہے لیکن جب کسی نے غلطی میں طلاق دے دی اور اس پر وہ پشیمان بھی ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کی شریعت کے مبلّغ نے اس پر نہایت ہی ظالمانہ انداز سے اس کی بیوی کو اس سے نہ صرف علیحدہ کیا بلکہ پورے خاندان کو برباد کر کے رکھ دیا اللہ کی نہ تو بردباری کا پتہ چلا اور نہ ہی اس کی مغفرت نظر آئی۔

دیکھیئے جہاں جہاں اللہ نے اپنی صفات کا ذکر کیا ہے۔ اصلاً اس نے اپنے احکامات کو ان صفات کا حامل قرار دیا ہے۔ مثلاً "**اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم**" میں اللہ سے مراد اللہ کے احکامات رسول سے مراد رسالتماب اور اولی الامر سے مراد وہ حکام جو اللہ کے احکامات کو نافذ کرتے ہیں اسی طرح جب "**اقرضوا اللہ قرضاً حسنا**" کے حکم کی تعمیل کے لئے اللہ کو اگر قرض حسنہ دینے کے لئے نکلیں تو ہم کو کوئی اللہ نظر نہیں آتا اور ہم اللہ کی ضرورتمند مخلوق یا اللہ کے احکامات پر مبنی سلطنت کو قرض

حسنہ دیتے ہیں۔

یعنی اس دنیا میں اللہ اپنے آپ کو احکامات اور ان احکامات پر مبنی ایک سلطنت سے پہچان کرواتا ہے۔ اگر ایسی سلطنت موجود نہیں تو اس کے احکامات کو اس کا بدل سمجھا جائے گا۔ اور ہر شخص کا فرض بنتا ہے کہ وہ حتی الوسع وہ کام کرے جو سلطنت کی موجودگی میں اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

اس لئے زیر بحث آیات میں جب ارادہ وعمل کے نتائج کے متعلق اللہ کہتا ہے کہ وہ سمیع وعلیم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شخص کا قول یا فعل اللہ کے احکامات نافذ کرنے والا ادارہ سنے گا اور علم کی بنیاد پر سنے گا۔ اسی طرح آیت نمبر 225 میں اللہ نے اپنے آپ کو غفور وحلیم کہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ادارہ جب علم کی بنیاد پر سنے گا تو اس کا فیصلہ ظلم پر مبنی نہیں ہوگا بلکہ اس کے فیصلے میں معاف کرنے کا پہلو اور بردباری نمایاں ہوگی وہ چھوٹی موٹی غلطیوں کو درگزر کرے گا۔ البتہ حکم عدولی یا قول وفعل جو عمداً کئے گئے ہوں ان پر گرفت ہوگی۔ اس لئے آیت نمبر 224 اور 225 سے واضح ہوگیا کہ

(i) جو مسئلہ بھی درپیش ہوگا وہ ایک فیصلہ کرنے والا مجاز ادارہ کرے گا۔ اگر تو احکامات الٰہی پر مبنی حکومت قائم ہے تو حکومت کی مجاز عدالت مقدمہ کو سنے گی۔ لیکن اگر ایسی حکومت نہیں ہے تو وہ افراد معاشرہ جن کو معاشرہ نے یا حکومت وقت نے مجاز بنایا ہو یہ کام کریں گے۔ اسے خواہ پنچائت کہہ لیں، عدالت کہہ لیں یعنی کوئی بھی فیصلہ کرنے کا مجاز ادارہ۔

(ii) فیصلے کرنے کا مجاز ادارہ جو بھی فیصلہ کرے گا وہ معمولی غلطیوں کو درگزر کرے گا اور اس قول وفعل کو پکڑے گا جو عمداً کہا یا کیا گیا ہو۔

(iii) فیصلہ کرنے سے پہلے ادارہ پوری طرح سے معلومات حاصل کریگا اور جو بات تنازعہ کا سبب بنی ہے اس میں ہر فریق کو پوری طرح اپنی بات سنانے کا حق ہوگا۔

(iv) فیصلے میں معاف کرنے کا پہلو اور بردباری نمایاں ہوگی۔

اب آیئے ان قول و فعل سے متعلق ابتدائی آیات کے بعد طلاق کے موضوع کی طرف۔ آیت نمبر 226 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ لوگ جو علیحدگی چاہتے ہیں تو ان کے لئے حکم ہے کہ۔

للذین یؤلون من نسائھم تربض اربعة اشھر فان فاء وا فان اللہ غفور رحیم

''ان لوگوں کے لئے جو اپنی عورتوں سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں چار ماہ کا انتظار ہے پس اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ غفور اور رحیم ہے۔''

دیکھ لیجئے طلاق سے پہلے چار ماہ انتظار کرنے کی لازمی شرط ہے اس عرصہ میں اگر باہم رضا مندی سے علیحدگی ختم ہوجاتی ہے اور رنجش دور ہوجاتی ہے تو اللہ کا قانون اس پر گرفت نہیں کرے گا بلکہ معاف کرنے اور رحمت کے جذبے کے ساتھ انہیں باہم میاں بیوی رہنے میں اللہ کا قانون کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔

وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم

''اور اگر انہوں نے طلاق کا عزم کر ہی لیا ہے تو یقیناً اللہ سننے والا اور علم والا ہے۔''

چار ماہ کی علیحدگی میں فیصلہ یہی کیا کہ طلاق ہی بہتر ہے۔اور طلاق کی ٹھان لی ہے تو پھر اللہ کی عدالت معلومات حاصل کرے گی اور تمام دلائل سنے گی۔ اس آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے'' اللہ سننے والا اور علم والا ہے'' ظاہر ہے خالق کائنات کو ہر چیز کا علم ہے۔لیکن اس دنیا میں ہماری بات علم کی بنیاد پر کون سنے گا؟

جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے'' اللہ کو قرض حسنہ دو'' لیکن جب ہم قرض حسنہ دینے نکلتے ہیں تو ہماری ملاقات اللہ سے نہیں بلکہ اللہ کے ضرورت مند بندوں سے ہوتی ہے اور ہم قرض حسنہ اللہ کی مخلوق کو دیتے ہیں یا اگر صحیح اسلامی بنیادوں پر سلطنت قائم ہو تو اسے دیتے ہیں یعنی اللہ کی نمائندہ حکومت قرض لینے کی مجاز ہوتی ہے۔ اسی طرح طلاق کے معاملے میں اللہ سنتا بھی ہے اور علم کی بنیاد پر سنتا ہے جس سے مراد اللہ کی نمائندہ حکومت یا اس کا قائم کردہ کوئی ادارہ یا عدالت ہوگی جو اس کام

کو انجام دے گی۔

اس آیت سے بالکل واضح ہوگیا کہ علیحدگی کی چار ماہ کی تجرباتی مدت ختم ہونے پر بھی شوہر طلاق کی ٹھانے ہوئے ہے تو پھر عدالت دلائل سنے گی اور تمام معلومات حاصل کرے گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ وہ نکاح کا معاہدہ جو گواہان کی موجودگی میں کیاجائے جس کے لئے پورا معاشرہ بھی گواہی دے کہ ہاں ان دونوں فریق نے میاں بیوی کی طرح رہنا قبول کیا ہے اور جسے حکومت وقت کی سند بھی حاصل ہو زبانی کلامی طلاق کہنے سے ختم ہوجائے۔

ذرا غور کیجئے آپ نے کسی شخص سے کسی معمولی رقم کا معاہدہ کیا ہو اور جس میں حکومت وقت کی سند حاصل ہو جس پر گواہوں کے دستخط بھی موجود ہوں کیا وہ آپ کے صرف منہ زبانی کہنے سے ختم ہوجاتا ہے ؟

جی نہیں کبھی بھی کوئی معاہدہ جو دو فریق کے درمیان ہوا ہو اور جس میں گواہ بھی موجود ہوں اور جس کو حکومت وقت کی سند بھی ملی ہو زبانی کلامی ختم نہیں ہوتا جب تک کہ عدالت اس کا فیصلہ نہ کرے۔

یہی اصول طلاق کے مسئلے میں بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ طلاق یکطرفہ زبانی کلامی عمل نہیں ہے بلکہ طلاق کے لئے چار ماہ کی تجرباتی علیحدگی ضروری ہے جس میں میاں بیوی خوب سوچ بچار کے بعد یا تو ارادے سے باز آجاتے ہیں یا پھر طلاق کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر طلاق کا فیصلہ کر ہی لیتے ہیں تو عدالت تمام معلومات حاصل کرتی ہے دونوں فریق کو پورا پورا موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے موقف کو عدالت کے سامنے پیش کریں۔ پھر اگر عدالت طلاق کا فیصلہ کر دے تو ......

المطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ....

"طلاق یافتہ عورتیں اپنے لوگوں میں تین قروء انتظار کریں ۔ اگر وہ اللہ اور یوم الآخرۃ کے ساتھ اہل ایمان ہیں تو ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ خالق

نے ان کے رحم میں جو تخلیق کیا ہے اسے وہ چھپائیں"۔

یعنی جب عدالت طلاق کا فیصلہ جاری کر دے تو عورت کے لئے تین قرو (جسے انگریزی میں "Periods" کہتے ہیں) یعنی عرصہ انتظار کرنا لازم قرار دیا گیا تاکہ اگر رحم مادر میں کوئی تخلیق پرورش پا رہی ہے تو وہ واضح ہوجائے تاکہ بعد کو کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو۔ (ا)

اسی آیت کے آخری حصے میں مذہبی پیشوائیت نے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے کہ عورت پر مرد کو ایک درجہ فوقیت ہے۔ آیئے زیر بحث آیت کے اس حصے پر بھی غور کرتے ہیں۔

وبعولتهن احق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا ولهن مثل الذین علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة والله عزیز حکیم

"ان کے شوہر اگر اصلاح پر آمادہ ہوں تو وہ اس معاملے میں عورتوں کو واپس لانے میں زیادہ حق دار ہیں۔ عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ غالب اقتدار والا حکیم و دانا ہے"

آیت کے اس حصے میں عدالت سے طلاق کا عمل مکمل ہونے کے باوجود خاندان کو منتشر ہونے سے بچانے کے لئے ایک رعایت دی گئی ہے کہ اگر مرد کا اصلاح کا ارادہ ہو اور اگر وہ شادی کرنا چاہے تو شوہر کو زیادہ حق حاصل ہے کہ وہ ان کو واپس لے آئے۔ مردوں کا اس لحاظ سے ایک درجہ رعایت کا رکھا گیا ہے۔

اللہ کا یہ کہنا کہ عورت کے بھی اسی طرح وہی حقوق ہیں جس طرح مرد کے

(ا) نوٹ: 14 مئی 2006 کی ٹی وی چینل "آج" کی نشریات میں جاوید احمد غامدی صاحب نے ڈاکٹر منیر کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آج سائنسی دور میں جب کہ رحم مادر میں پلنے والے جین کے متعلق طبی ماہرین بتا سکتے ہیں کہ آیا عورت حاملہ ہے یا نہیں یہ تین فروءہ کا انتظار ضروری نہیں۔

عورت پر حقوق ہیں۔ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ اگر مرد بھی دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو پہلی بیوی کو ترجیح دینا چاہیے اور جیسا پہلے عرض کیا کہ اللہ کا یہ کہنا کہ اللہ غالب اقتدار والا حکیم و دانا ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی عدالت کا حکم دانائی پر منحصر ہوتا ہے اور جس کو نافذ العمل ہونا چاہیے۔

یہ تو تھا طلاق کا عمل جو عدالت کے فیصلے کے بعد ہی حتمی شکل اختیار کرتا ہے۔ جس میں دونوں فریق یعنی بیوی اور شوہر برابر کے اختیارات اور ذمہ داری رکھتے ہیں۔

اور اس طلاق کے بعد ایک رعایت اور دی گئی کہ اگر مرد اصلاح کا ارادہ کریں تو باوجود طلاق کے پھر سے رجوع کر سکتے ہیں۔ جس کے لئے ایک دفعہ پھر نکاح کے عمل سے یعنی گواہوں کی موجودگی اور عدالتی سند کے ساتھ ایک معاہدہ ہوگا۔ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس طرح کی طلاق دو مرتبہ ہوسکتی ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے آیت نمبر 229۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ......

"طلاق دو مرتبہ ہے۔ پس روکنا ہے معروف طریقے سے یا چھوڑنا ہے بغیر کوئی تکلیف دیئے"

آیت کے اس حصہ میں چند نکات غور طلب ہیں۔ (i) طلاق دو مرتبہ ہوسکتی ہے۔ (ii) روکنا ہے معروف انداز سے یعنی وہی معروف طریقہ جو نکاح کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔ (iii) یا چھوڑنا ہے بغیر کوئی تکلیف دیئے۔

طلاق دوسری مرتبہ اسی وقت ہوگی جب کہ عدالت کے فیصلے پر مبنی پہلی طلاق رو بہ عمل ہوچکی ہوگی اور ایک دفعہ پھر نکاح تمام معروف عدالتی لوازمات کے بعد ہوچکا ہوگا۔ یعنی پہلا نکاح تمام ریاستی یا عدالتی قواعد و ضوابط کے ساتھ ہوا پھر تمام تر ریاستی اور عدالتی قواعد و ضوابط کے بعد عدالت نے طلاق کا فیصلہ کیا جس کے بعد پھر شوہر و زن نے نکاح کیا اور اب دوسری مرتبہ پھر تمام تر ریاستی و عدالتی قواعد و ضوابط کے بعد طلاق ہوئی۔

بہتر ہوگا کہ ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ہوجائے۔ اس جگہ **فامساک** اور **تسریح** سے مراد طلاق کے بعد کا حکم نہیں ہے بلکہ طلاق کے دوران کے مراحل کا ذکر ہے کہ ازدواجی زندگی میں یا تو ساتھ رہنا ہے خوشگواری کے ساتھ ورنہ علیحدگی ہے بغیر کسی تکلیف و مشاکل کے۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم لا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون

”تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم ان عورتوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو سوائے اس صورت میں کہ شوہر و بیوی کو خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ کرسکیں گے۔ پس اگر تم لوگوں کو یہ خوف ہو کہ شوہر و بیوی اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر کوئی رکاوٹ نہیں اگر اس معاملے میں فدیہ دیکر چھٹکارا حاصل کریں۔ یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان سے تجاوز نہ کرو اور جو بھی اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو ایسے ہی لوگ تو ظالم ہیں۔“

اللہ پاک نے ان آیات میں یہ بھی حکم دے دیا ہے کہ تم لوگوں نے عورتوں کو جو کچھ بھی دیا ہے تو اس میں سے واپس نہ لینا۔ البتہ اس صورت میں کہ مردوزن دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ حدود اللہ تو دونوں قائم نہیں رکھ رہے اور اگر فدیہ صرف عورت دے تو عورت کے ساتھ زیادتی ہے۔ مرد اس فدیہ سے کیوں آزاد ہے؟ بلکہ عورت اپنی آزادی کی قیمت اس مرد کو کیوں دے جبکہ وہ بھی اللہ کی حدود پھلانگنے میں برابر کا شریک ہے۔ اصل میں ”**فیما افتدت بہ**“ میں افتدت مونث کا صیغہ ہے اس لئے عورت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

لیکن اصلاً یہ دو جملوں کا مرکب ہے۔ ”**فلا جناح علیھما فیما**“ جس کا سادہ

ترجمہ ہے کہ ان دونوں پر کوئی رکاوٹ نہیں اس چیز میں جو "افتدت بہ" ان دونوں نے ساتھ اس کے فدیہ دیا۔ "افتــدت بـــہ" جملہ فعلیہ ہے اس لئے ابتداء میں فعل و احد مونث کا صیغہ تثنیہ اور جمع کے لئے آ سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ اگر مرد اور عورت اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو وہ حکومت وقت کو فدیہ دیکر اس پکڑ سے بچ سکتے ہیں یہ ان دونوں کے لئے بطور سزا بیان ہوا ہے۔

حلالہ

انتہائی قبیح نازیبا، ناشائستہ فعل ہے اور اسلام کے چہرے پر بہت بڑا داغ ہے۔
اورظلم یہ ہے کہ قرآن کی آیت سے اس کو اخذ کیا جاتا ہے۔

آپ نے اوپر دیکھ ہی لیا ہے کہ طلاق زبانی کلامی نہیں ہوتی۔ باقاعدہ میاں بیوی چار ماہ کی علیحدگی کے بعد مل کر طلاق کا فیصلہ کرتے ہیں اور عدالت باقاعدہ دلائل سننے کے بعد طلاق کا فیصلہ کرتی ہے یعنی طلاق میں عورت کی بھر پور رضا مندی شامل ہوتی ہے اور قانون کے مطابق ہی طلاق ہوسکتی ہے۔ یہ انفرادی عمل نہیں ہے ایک ریاستی فیصلہ ہوتا ہے۔

البتہ مرد وعورت کو ایک مرتبہ اور ساتھ رہنے کا حق حاصل ہے اگر وہ کسی وقت پھر رجوع کرنا چاہیں تو باقاعدہ نکاح کرسکتے ہیں۔

اور اگر دوسرا تجربہ بھی ناکام ہوتا ہے تو پھر مرد کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ تیسری مرتبہ پھر نکاح کرے کیونکہ طلاق صرف دو مرتبہ ہوسکتی ہے۔ اس لئے مرد کی خواہش کے باوجود تیسری مرتبہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ البتہ اگر عورت پہلے شوہر سے شادی کرنے پر راضی ہو تو معاشرہ اس کو نہیں روک سکتا جس کا ذکر آگے آیت نمبر232میں آئے گا۔ آیئے ہم آیت نمبر 230 کا مطالعہ کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یترا جعا ان ظنا ان یقیما حدود الله و تلک حدود الله یبینها لقوم یعلمون

”پس اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے طلاق کے بعد جائز نہیں یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ پس اگر وہ طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی رکاوٹ نہیں کہ وہ

دونوں رجوع کر لیں بشرطیکہ دونوں کو یقین ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم رکھیں گے یہ اللہ کی حدود ہیں جن کو وہ اہل علم کے لئے بیان کرتا ہے۔"

دیکھ لیجئے کہ زیر بحث آیت مرد کے مزید نکاح کے حق کو ختم کر رہی ہے۔ یہ مرد کے لئے کہا گیا ہے کہ اس کو یہ حق نہیں کہ وہ تیسری مرتبہ نکاح کرے۔ دوسری بات یہ کہ طلاق کا عمل شوہر کی طرف سے شروع ہوا ہے اس لئے اگر دو مرتبہ کی ازدواجی زندگی ناکام ہوگئی ہے تو عورت کو یہ حق ہونا چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو کسی اور مرد سے شادی کرے۔

آیئے آیت نمبر 231 کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذلک فقد ظلم نفسة ولا تتخذوا آيات الله هزوا واذكروا نعمة الله عليكم وما انزل عليكم من الكتاب ولحكمة يعظكم به واتقوا الله واعلموا ان الله بكل شيء عليم

"اور جب تم عورتوں کی طلاق کا فیصلہ کر دو اور وہ اپنی مدت کو پہنچیں تو یا تو معروف طریقہ سے روکو یا معروف طریق سے رخصت کر دو۔ اور ان کو ایذا رسانی کے لئے نہ روکو تاکہ تم زیادتی کرو۔ اور جو بھی ایسا کرتا ہے پس وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ اللہ کی آیات کا مذاق مت بناؤ۔ اور یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم لوگوں پر ہوئی اور یاد رکھو وہ بھی جو تم لوگوں پر کتاب اور حکمت سے پیش کیا گیا جس کے ذریعے وہ تم کو نصیحت کرتا ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

ان عمومی احکامات کے بعد اب عورت کے حق کی باری آئی جس کا ذکر اوپر آیت نمبر230 پر مطالعہ کے دوران ضمنی طور پر کیا گیا تھا کہ دو مرتبہ طلاق کے بعد آیت نمبر230 میں مرد کا تیسری مرتبہ نکاح کا حق تسلیم نہیں کیا گیا۔ لیکن عورت کا حق محفوظ ہے اور اسی حق کی بات آیت نمبر232 میں دیکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وازا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن ازا تـرضـوا بینهم بالمعروف ذلک یوعظ به من کان منکم یؤمن باللہ والیوم الآخر ذلکم اذکی لکم واطهر واللہ یعلم وانتم لا تعلمون

"جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی مدت کو پہنچیں تو پھر تم ان پر زبردستی رکاوٹ کھڑی نہ کرنا کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں بشرطیکہ وہ آپس میں معروف طریقے سے راضی ہوں۔ یہ وہ بات ہے جس کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے ہر اس شخص کو جو تم میں سے اہل ایمان ہے اللہ اور یوم الآخرۃ کا۔ یہ تمہارے لئے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم لوگ لاعلم ہو۔"

یہاں معاشرہ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اگر عورتیں طلاق کے بعد اپنی مدت بھی پوری کر لیں اور پھر وہ چاہیں کہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں تو تم اس میں کوئی رکاوٹ نہ بننا۔ حالانکہ حکم بالکل واضح ہے "**فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن**" "تم عورتوں پر زبردستی رکاوٹ کھڑی نہ کرنا کہ وہ اپنے شوہروں سے شادی کریں"

اپنے شوہروں سے مراد کون ہوسکتے ہیں؟ ظاہر ہے ان کے شوہر وہی ہیں جن سے طلاق ہوئی تھی۔ اگر کسی نئے مرد سے شادی کرنے کا ارادہ ہے تو وہ ابھی شوہر نہیں بنا۔ وہ تو غیر مرد ہی ہے۔ اور اسی لئے تراجم میں "تجویز کردہ" شوہر ترجمہ کیا جاتا ہے۔